’شورش زدہ جنّت‘ میں کھویا ہوا بچپن

ڈیویکا ایس ○

’’ضلع شوپیان، جموں و کشمیر میں ہر تیسرے بچے میں دماغی بیماری تشخیص کی جاسکتی ہے‘‘۔ ۲۰۱۹ء کے اوائل میں اس امر کا اظہار اس جائزے میں کیا گیا، جو Community Mental Health Journal میں شائع ہوا۔ تنظیم ’سرحدوں سے ماورا ڈاکٹروں‘ کے مطابق وادیِ کشمیر میں تقریباً ۱۸ لاکھ افراد میں، جو کُل آبادی کا ۴۵ فی صد ہیں، ۲۰۱۵ء میں ذہنی بیماری کی علامتیں پائی گئی تھیں۔ یوں ۵/اگست کے واقعے سے قبل بھی، وادی میں غیر قانونی گرفتاریوں اور اذیت رسانی کے گہرے اثرات اور نشانات کشمیر کے بچوں پر نمایاں تھے۔

آج بھی نہ صرف دہشت کا یہ سلسلہ جاری ہے بلکہ اس میں مزید اضافہ ہو چکا ہے، جیسا کہ دُنیا بھر کے ذرائع ابلاغ گواہی دے رہے ہیں۔ میڈیا نے بے شمار بچوں کی غیر قانونی گرفتاریوں کے متعلق اطلاع دی ہے کہ امن و امان قائم رکھنے کے ذمہ دار حکام کی جانب سے، ان میں سے بہت سے بچّے آدھی رات کو اٹھا لیے گئے، مگر ان کی گرفتاریوں کی کوئی تفصیل بھی مرتب نہیں کی گئی۔ جس کے باعث ان کی مختلف جیلوں یا حراستی مراکز میں موجودگی یا تلاش کی راہ میں مشکل پیش آرہی ہے۔ ماہر معاشیات جین ڈریز نے اپنی ایک رپورٹ میں اگست ۲۰۱۹ء میں لڑکوں کی غیر قانونی گرفتاریوں اور اذیت رسانی کی تفصیل مہیا کی ہے۔ ’انڈین فیڈریشن آف انڈین ویمن‘ (IFIW) اور دیگر تنظیموں کی جانب سے ایک حالیہ رپورٹ میں ان ماؤں کے تازہ ترین احوال بیان کیے گئے ہیں، جو اپنے بچوں کی تلاش میں امید بھرے انداز سے سارا سارا دن اپنے گھر کے

○ مدراس ہائی کورٹ کے وکلا آرو یگی، انا میتھیو کا مضمون، ترجمہ: ریاض محمود انجم

دروازوں پر کھڑی رہتی ہیں کہ ''میرا گم شدہ بچہ واپس آ جائے گا''، جب کہ ان ماؤں کو یہ قطعاً علم نہیں کہ ان کے بچے کہاں ہیں؟ یہ گم شدگیاں،ڈی کے باسو مقدمے میں بھارتی سپریم کورٹ کی ہدایت کی کھلی خلاف ورزیاں ہیں، جس میں عدالت عظمیٰ نے کہا تھا: ''تلاشی کے دوران گرفتارشدگان کی گرفتاریوں کی وجوہ سے ان کے قریبی رشتہ داروں کو مطلع کیا جائے''۔

● **سیاسی کھیل کے مہرے**: کشمیری بچے، اس منظرنامے میں مہرے بنائے جا چکے ہیں۔ حکومت چاہتی ہے کہ ''ان بچوں کو سزا دی جائے جو حکومت کے اختیار کو للکارتے ہیں''۔ پبلک کمیشن آف ہیومن رائٹس (PCHR) کی ۲۰۰۶ء کی رپورٹ کے مطابق: ''۱۹۹۰ء اور ۲۰۰۵ء کے درمیان، ۴۶ سکولوں پر [بھارتی] مسلح افواج نے قبضہ کر لیا، پھر ۴۰۰ سے زائد سکول ۱۹۹۰ء اور ۲۰۰۵ء کے درمیان مکمل طور پر تباہ کر دیے گئے''۔غیر قانونی گرفتاریوں کے علاوہ تعلیمی تنصیبات کی اس قسم کی تباہی بچوں پر زندگی بھر کے لیے گہرے نفسیاتی اور ذہنی اثرات مرتب کرتی ہے، جب کہ بچے خوف اور تلخی کے نہ ختم ہونے والے سلسلے میں گرفتار کر لیے جاتے ہیں۔

۲۰۱۹ء کے آغاز میں ''اقوام متحدہ کے ہائی کمیشن برائے انسانی حقوق'' کی ایک رپورٹ میں لکھا گیا: ''کشمیر میں بچوں کو پبلک سیفٹی ایکٹ (PSA)،جس کے تحت بغیر کسی الزام کے، کئی دنوں تک، پولیس حوالات میں رکھا گیا ہے''۔ یاد رہے اس قانون کے مطابق ''بلامقدمہ کسی کو دو برس تک قید رکھا جا سکتا ہے''۔اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''جواب دہی میں اہم رکاوٹ 'آرمڈ فورسز اسپیشل پاورز ایکٹ' (AFSPA) رہا ہے''۔

۲۰۱۸ء میں 'جموں کشمیر کوالیشن سول سوسائٹی' (JKCCS) نے معلومات تک رسائی کے حق کے تحت معلوم کیا کہ: ۱۹۹۰ء اور ۲۰۱۳ء کے درمیان سیکڑوں بچوں کو 'پبلک سیفٹی ایکٹ' (PSA) کے تحت حراست میں لیا گیا۔ان میں سے بہت سے بچوں کے مقدمات کے بارے میں پولیس اور مجسٹریٹ کے پاس کوئی ایسا طریقہ دستیاب نہیں ہے کہ گرفتارشدگان کی عمر کی تصدیق کی جائے۔ پھر ان بچوں کو بالغ جرائم پیشہ افراد کے ساتھ حراست میں رکھا گیا اور بعدازاں محض عدالتی مداخلت کی وجہ سے انھیں رہا کیا گیا۔ان میں سے تقریباً ۸۰ فی صد گرفتاریوں کو عدالتوں کی طرف سے غیرقانونی قرار دیا گیا''۔

بچوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک واضح طور پر، متعدد قوانین اور کنونشنز کی خلاف ورزی ہے۔ یہ International Convention on Civil & Political Rights کی شق ۱۴(۴) کی خلاف ورزی ہے، جس کے مطابق: ''بچوں کے خلاف تمام کارروائیوں کے دوران ان کی عمر کے پیشِ نظر ان کی بحالی کو فروغ دینے کو مدنظر رکھا جائے گا''۔ The UN Convention on the Rights of the Child، جس پر بھارت نے بھی دستخط کیے ہیں، کے مطابق: ''کسی بچے کی گرفتاری، قانون کے مطابق ہونی چاہیے اور گرفتاری کو آخری چارۂ کار کے طور پر اور مختصر ترین مدت کے لیے مناسب طور پر استعمال کرنا چاہیے''۔ National Commission for Protection of Child کے رہنما نکات بتاتے ہیں کہ ''خانہ جنگی کے دوران سلامتی کے خطرات کی حیثیت سے نوعمر لڑکوں کی درجہ بندی سے احتراز کرنا چاہیے اور حکام کو چاہیے کہ وہ تفتیش کریں اور جبری گرفتاریوں، بدسلوکی یا بچوں کی اذیت رسانی میں ملوث عملے کے خلاف کارروائی کریں''۔

- **بدترین سلوک / کڑی سزا:** ۲۰۰۳ء میں پربھاکرن بنام ریاست تامل ناڈو مقدمے میں مدراس ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ ''Juvenile Justice Act ایک جامع قانون ہے، جو حفاظتی حراست کے قوانین کی نفی کرتا ہے''۔ اس سے پہلے ۱۹۸۲ء میں سپریم کورٹ نے جایاما لا مقدمے میں ایک طالب علم کی حفاظتی حراست کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ''نوجوانوں، اگر ان کا کوئی فعل گمراہ کن بھی ہے، تو بھی ان کے ساتھ بدترین سلوک نہیں کرنا چاہیے اور انھیں کڑی سزا نہیں دینی چاہیے''۔

تاہم، ان میں سے کسی بھی ہدایت کو [بھارتی حکومت] پرکاہ کی اہمیت نہیں دے رہی اور حکومت من مانے قانون بنا کر انھیں مسلط کر رہی ہے۔ اس وقت والدین اپنے بچوں کو سکول بھیجنے کے بارے بہت زیادہ خوف زدہ ہیں کہ کہیں انھیں سیکورٹی حکام اٹھا کر نہ لے جائیں اور گولیوں کے تبادلے میں کہیں وہ مارے نہ جائیں۔ جب ایک شورش زدہ علاقے میں اس قسم کی گم شدگیاں ہوتی ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ متاثرہ فریق کس سے شکایت کرے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عدالتیں ہی صرف وہ ادارے رہ جاتے ہیں، جن سے کچھ انصاف مل سکتا ہے۔ تاہم، ۵/اگست، جب جموں و کشمیر کی خصوصی حیثیت منسوخ کی گئی، کے بعد سے [بھارتی] ریاستی اقدامات

نے کشمیری شہریوں سے ان کے اس دستیاب محدود متبادل حق کو بھی چھین لیا ہے۔ سیفٹی ایکٹ کے تحت جموں وکشمیر ہائی کورٹ اینڈ ڈسٹرکٹ بارایسوسی ایشن کے صدر اور سینیئر وکلاء کی گرفتاری کے بعد جن میں سے اکثر کا تعلق کشمیر سے ہے، کے خلاف ۱۰۵۰ وکلا نے ہڑتال کر دی ہے۔ اب تک حبس بے جا کی ۲۰۰ سے زائد درخواستیں دائر کی جا چکی ہیں۔ چونکہ زیادہ تر ڈاک خانے بند ہیں، اس لیے وکلا، مدعا علیہان کو نوٹس نہیں بھجوا سکے۔

۵ راگست کو جموں وکشمیر ہائی کورٹ کی سرینگر بنچ کی آرڈر لسٹ میں تمام ۱۳۱ مقدمات کا اندراج تھا جبکہ ہائی کورٹ نے یہ مقدمات 'نقل وحمل پر پابندیوں کے باعث' ملتوی کر دیے کیونکہ وکلاء پیش نہیں ہو سکتے تھے۔ ہفتوں بعد ۲۴ ستمبر کو ۸۷ مندرج مقدمات میں سے، دونوں فریقین کی طرف سے محض ۱۱ وکلاء حاضر تھے، جب کہ ۹ مقدمات میں کوئی بھی نہیں پیش ہوا۔ صرف ۹ مقدمات میں درخواست گزاروں کے وکلاء، اور ۴۷ مقدمات میں سرکاری وکلاء حاضر تھے۔

اس قسم کے ہنگامی حالات کے پیشِ نظر دستور، شہریوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت کے لیے انھیں اختیار دیتا ہے کہ وہ ''ان مقدمات میں براہِ راست سپریم کورٹ سے رجوع کریں، جن میں ان کے حقوق کی خلاف ورزی کی گئی ہو'۔ آئینی اور عدالتی رسائی بذات خود ایک بنیادی حق ہے۔ کشمیریوں کی زندگیوں کی حفاظت کرنے کے اپنے فرض سے بخوبی آگاہ ہوتے ہوئے، اعلیٰ عدلیہ نے خود پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ ''بچوں کے خلاف ریاستی تشدد کے الزامات کی تفتیش کرے''۔

'انٹرامیریکن کورٹ آف ہیومن رائٹس' (IACHR) نے ۲۰۰۵ء کے ایک مقدمے میں جس کا تعلق 'کولمبیا میپر یپن قتل عام' سے تھا، یہ قرار دیا: ''ایک شخص دہشت سے مقابلہ نہیں کر سکتا بلکہ اسے قانون کی حدود میں رہ کر ہی مقابلہ کرنا چاہیے۔ وہ لوگ جو متشدد قوت کا استعمال کرتے ہیں، خود پر ہی ظلم کرتے ہیں اور وسیع پیمانے پر تشدد کے سلسلے کو فروغ دیتے ہیں جس کے باعث معصوم، بچے شکار ہو جاتے ہیں''۔

یہ امر محسوس کرتے ہوئے کہ زندہ شہریوں میں دہشت اور موت کا بیج بونے کے باعث ان کی جبری گم شدگیاں واقع ہوئیں۔ مذکورہ امریکی عدالت نے کہا: ''ریاست اور عوام کی طرف سے عدم توجہ، رواداری اور تعاون کی وجہ سے 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کے نام پر انسانی حقوق کی

خلاف ورزیوں میں مزید اضافہ ہوگیا''۔

- **مقید اور ہراساں بچے:** کشمیری بچے، قیدوبند میں اور بندوقوں کے سائے تلے پروان چڑھتے ہیں۔ چونکہ ان میں سے بہت سوں کے والدین غائب کردیے جاتے ہیں، اس لیے انھیں مجبوری کے عالم اور قابلِ رحم حالت میں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال اور نگہداشت کی ذمہ داری بھی نبھانا پڑتی ہے۔ خاندانی احوال کی تباہی، محفوظ مقامات کی عدم دستیابی، تعلیم کی بربادی اور صحت کی سہولیات کے فقدان کے باعث سماجی ڈھانچے پر دباؤ اور تناؤ، ان بچوں کو اس قدر شدید ذہنی صدموں اور دھچکوں کا شکار کردیتا ہے کہ ان میں سے اکثر ''بچے بچپن ہی میں اپنا بچپنا کھو دیتے ہیں''۔ گوہر گیلانی کتاب Kashmir Rage and Reason میں لکھتے ہیں: ''کشمیر میں بچے 'حراستی ہلاکتیں'، 'گرفتار کرو اور مار ڈالو'، 'اذیت رسانی'، 'تفتیش'، 'حراست' اور 'گم شدگی'، 'پیلٹ سے اندھا کردو' جیسی اصطلاحات سیکھ رہے ہیں اور ایک ایسے ذخیرۂ الفاظ کو اپنا رہے ہیں، حالانکہ ایک معمول پر رواں زندگی میں انھیں ایسی اصطلاحوں کی پروا نہیں ہونی چاہیے۔

کس قسم کا لفظ یہ بچے اپنی زندگی میں تلاش کریں گے کہ اگر انھیں مسلسل ایسے خوف میں رہنا پڑے کہ انھیں ایک نامعلوم جرم کی پاداش میں اٹھا لیا جائے گا اور انھیں ایک نامعلوم مقام تک لے جایا جائے گا؟ یقینی طور پر زمین پر یہ وہ جنت نہیں جس کا بہت سے کشمیری تصور کرتے ہیں؟

'ترقی کے نام' پر جمہوری حقوق پر پابندیاں، بچوں کے ساتھ غیرانسانی سلوک کا بہانہ نہیں بن سکتیں۔ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم کشمیر کے بچوں کے متعلق آواز بلند کریں یا پھر ریاستی مشینری کی طرح اس گھناؤنے جرم کے شریک بن جائیں۔ حفاظتی حراستوں کی روک تھام ہونی چاہیے، خدا نہ کرے کہ کشمیر کے یہ معصوم بچے ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائیں۔ (روزنامہ *The Hindu*، ۲۷ ستمبر ۲۰۱۹ء)